

تحریر: سید نفیس حسینی

شیخ المشائخ

حضرت اخوند عبد الغفور صاحب سوات

مجاہد و غازی، شیخ طریقت

۱۲۰۹ھ ————— ۱۲۹۵ھ

قطب العارفین غازی اسلام حضرت اخوند عبد الغفور صاحب سوات نور اللہ مرقدہ کی ذات گرامی کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ آپ کی ولادت باسعادت ۱۲۰۹ھ ۱۷۹۷ء میں ہوئی۔ آپ تیرھویں صدی ہجری کے رجالِ عظیم میں شمار کئے جاتے ہیں۔ ایک صاحب فیض و تاثیر شیخ خائفہ ہونے کے ساتھ ساتھ آپ ایک صاحب شمشیر و علم مجاہد اسلام بھی تھے۔ آپ کی حیات مبارک بہار، السبیل اور جہاد بالنفس کا عظیم الشان مرقع تھی۔

آپ امیر المؤمنین، امام المجاہدین، مجدد الاسلام حضرت سید احمد شہید (ش ۱۲۲۶ھ ۱۸۳۱ء) کے معاصرین میں سے تھے۔ ابتداء میں ان کے بعض خفیہ جنگی مشوروں میں بھی شریک رہے۔ حضرت سید صاحب کی شہادت کے بعد ان کی جماعت مجاہدین کے شانہ بشانہ فرنئی فوج سے برسرِ پیکار رہے۔ اور میدانِ جنگ میں اس کے دانت کھٹے کر دیئے۔ جنگِ ابلیلہ ۱۲۶۳ھ میں آپ کے کارہائے نمایاں تاریخِ حریت کا سنہری باب ہیں۔

حضرت اخوند صاحب حضرت خواجہ محمد شعیب تور ڈھیری کے خلیفہ اعظم تھے جنہوں نے ۱۲۳۸ھ میں سکھوں کی فوج سے لڑتے ہوئے میدانِ جہاد میں جامِ شہادت نوش کیا تھا۔ لہذا ذوقِ جہاد و سرفروشی مرثیہ عالی مقام ہی سے پایا تھا۔ بعد میں حضرت سید احمد شہید کی صحبت بابرکت میسر آئی تو وہ سونے پر سہاگے کا کام کر گئی۔

حضرت خواجہ محمد شعیب کی شہادت کے بعد آپ نے دریائے سندھ کے کنارے ایک چھوٹے سے گاؤں "بیلی" میں سکونت اختیار فرمائی۔ جو قلعہ ہنڈ کے پاس واقع تھا۔ مسلسل بارہ سال تک آپ وہاں زہد و ریاضت میں مشغول رہے۔ اسی زمانے میں حضرت سید احمد شہید کا ورود مسعود اس علاقے میں ہوا۔ حضرت اخوند صاحب بھی ان کے کمالات عرفانی سے متاثر ہو کر ان کے دامنِ صحبت سے وابستہ ہوئے حتیٰ کہ خالصانِ بارگاہ میں شامل ہو گئے۔ اور جہاد کے خفیہ مشوروں میں شریک ہونے لگے۔ خادے خاں رئیس ہند بھی جو حضرت اخوند صاحب سے عقیدت رکھتا تھا حضرت سید احمد شہید کی خدمت میں مخلصانہ حاضر ہونے لگا۔

جب حضرت سید احمد شہیدؒ نے سکھوں کے خلاف قلعہ اٹک پر حملے کا خفیہ پروگرام بنایا تو حضرت اخوند صاحب اس مشورہ میں شامل تھے۔ انہوں نے خان ہنڈ کو حضرت سید صاحب کا مخلص سمجھتے ہوئے یہ راز بتا دیا۔ لیکن خان ہنڈ بدطینت آدمی تھا۔ اس نے لالچ میں آکر سکھوں کو قبل از وقت خبردار کر دیا۔ اٹک کے جو مسلمان شہر اور قلعے کو مجاہدین کے حوالے کر دینے کی تیاریوں میں شریک تھے انہیں خوفناک سزاؤں جھیلنی پڑیں اور پنجاب پر کامیاب اقدام کی سیکم ابتدائی مراحل ہی میں ناکام ہو گئی۔ حضرت اخوند صاحب خادے خان کی غداری سے ایسے بددل ہوئے کہ ”بیک“ کی سکونت ترک فرمادی اور کسی دوسرے مقام پر چلے گئے۔ اور ایک عرصہ تک بالکل ہی گوشہ نشین رہے۔

۱۲۵۱ھ ۱۸۳۵ء میں حضرت اخوند صاحب نے امیر دوست محمد خان والی کابل کے شنائہ بٹمانہ شیناں کے مقام پر سکھوں کے خلاف جہاد میں حصہ لیا۔ اس جہاد کے بعد آپ وادی سوات میں رونق افروز ہوئے اور موضع سیل بانڈی میں قیام فرمایا۔

۱۲۶۱ھ ۱۸۴۵ء میں سیل بانڈی کو چھوڑ کر آپ نے سیدو میں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ سیدو و شریف میں مقیم ہونے کے بعد آپ کی شہرت صوبہ سرحد اور افغانستان کی حدود اور سرحدوں سے بھی آگے بڑھ کر ایران، عراق اور شام تک پہنچ گئی۔ دور دراز کے قبائلی علاقوں سے اب ہر قبیلے کے لوگ جوق درجوق سیدو و شریف میں آنے لگے نہایت قلیل عرصہ میں آپ نے سوات کو جہل اور بدعت کی آلائشوں سے پاک کر دیا۔ اخلاقی اصلاح کا سلسلہ سوات میں شروع ہو گیا۔ (تاریخ سوات ص ۶۹)

تجدید دین اور پچھانوں کی اصلاح کے ساتھ ساتھ اخوند صاحب استبداد کے اس عالمگیر سیلاب کی تباہ کاریوں سے بھی غافل نہیں تھے۔ جو انگریزی حکومت کے روپ میں سارے ہندوستان کو اپنی لپیٹ میں لے ہوئے اب آزاد قبائلی علاقے کی طرف بڑھنا آرہا تھا۔ ۱۲۶۶ھ ۱۸۴۹ء میں جب انگریزوں نے پشاور پر بھی قبضہ کر لیا تو حضرت اخوند صاحب کو سوات اور ملحقہ علاقوں کے بچاؤ کی فکر دامن گیر ہوئی۔ آزادی اور تہذیب کے تحفظ کی خاطر آپ نے ایک مضبوط شرعی حکومت قائم کرنے کی کوششیں شروع کیں۔ چنانچہ مسلسل جدوجہد کے بعد آپ نے سوات اور پیر کے عمائدین کا ایک اجلاس سیدو و شریف میں طلب فرمایا۔ اس اجلاس میں دیر اور باجوڑ کے سرکردہ افراد بھی موجود تھے اجلاس کو خطاب کرتے ہوئے آپ نے فرمایا:

آپ لوگوں کو آنے والے خطرات سے غافل نہیں ہونا چاہئے۔ شرعی حکومت کا قیام

ایک وقتی ضرورت ہی نہیں بلکہ یہ تو ایک قومی اور مذہبی فریضہ بھی ہے۔ برٹش اقتدار کی تباہ کاریوں سے محفوظ رہنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ ہم منظم اور متحد ہو جائیں۔ ہمیں اپنے خانگی اختلافات کو بالائے طاق رکھ کر متحد ہونا چاہئے۔ اور دشمن کے مقابلے میں ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار بننا چاہئے۔ ان اغراض و مقاصد کے لئے ہمارے پاس حکومت شرعی سے عمدہ ذریعہ اور کوئی نہیں ہے جس کے ذریعے ہم متحد ہو کر اپنا تحفظ کر سکیں یا درکھو! اگر اس موقع پر آپ لوگوں نے ذرا سی بھی غفلت کی تو پھر غلامی مقدر ہو چکی ہے۔ اور اس سیاہ دیو کا لقمہ بننے سے پھر ہم بچ نہیں سکتے۔ ہمیں اپنے اعمال اور کردار کو بالکل اسلامی سانچے میں ڈھالنا چاہئے۔ خداوند کریم ہمارے ساتھ ہے۔

آپ کی تقریر ایسی موثر اور کارگر ثابت ہوئی کہ یوسف زئی خواتین اور علمائین فوراً شرعی حکومت کے قائم کرنے کے لئے متفق ہو گئے۔

امیر شریعت کے انتخاب کا مسئلہ پیچیدہ تھا۔ ان لوگوں نے خود صاحب سوات کو خود یہ منصب سنبھالنے کو کہا۔ لیکن آپ نے فرمایا کہ غریبزو! میری جدوجہد اس مطلب کے لئے نہیں کہ میں خود امیر بن جاؤں چنانچہ اس مقصد کے لئے آپ نے ضلع ہزارہ کے موضع ستھانہ کے سید اکبر شاہ صاحب کا نام پیش کیا۔ سید اکبر شاہ سے بھی یہ لوگ واقف تھے ان کی قابلیت اور خاندانی تقدس مسلمہ تھی۔ سید اکبر شاہ مشہور صوفی بزرگ سید علی ترمذی مشہور سیر بابا کی نسل سے تھے۔ نیز ان کے دادا سید زمان شاہ بھی اپنے وقت کے مشہور صوفی اور عابد تھے۔ خاندانی خصوصیات کے علاوہ خود ان کی شخصیت بھی قبائل میں جانی پہچانی تھی۔ سید اکبر شاہ کافی عرصہ حضرت سید احمد بریلوی کے معتمد خصوصی رہ چکے تھے۔ لہذا ایک مدبر سیاست دان بھی تھے۔ چنانچہ سید اکبر شاہ کو ہی امیر شریعت منتخب کیا گیا۔ صاحب

سیرت سید احمد شہید میں اکبر شاہ صاحب کا تعارف حسب ذیل ہے۔

سید اکبر شاہ ابن سید شاہ گل ابن سید ضامن شاہ سید علی ترمذی غوث بنیر اولاد میں سے تھے کچھ لمبی اور ہزارے کا بیڑا حصہ ان کے خاندان کا معتقد اور مجلس کقا۔ اور ان کی قرابتیں ہزارے کے سادات اور وہاں کے خواتین و رؤساء نامدار میں تھیں۔ یہ خاندان سخاوت، شجاعت، اخلاص و لہبیت اور استقامت و استقلال میں سارے علاقے میں ممتاز تھا۔ سید صاحب اور ان کی دعوت و تحریک کے ساتھ اس خاندان نے اخیر تک وفاداری اور شفیقتی اور ایثار و قربانی کا ایسا ثبوت دیا جس کی نظیر صوبہ سرحد کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ منظورة السعداء میں ہے۔

”اخلاق کریمہ میں سادات خصوصاً سید اکبر شاہ بیرون از بیان است اخلاص و وفا از ابتداء (باقی اگلے صفحہ پر)

سوات نے خود سب سے اول سید اکبر شاہ کی بیعت کی۔ موضع غالیگی کو دار الخلافہ قرار دیا گیا۔ اس طرح حضرت صاحب سوات کی جدوجہد سے سوات کی پہلی شرعی حکومت قائم ہو گئی۔

انگریزوں کے جنگ آزادی، ۱۸۵۷ء سے صرف ایک سال پہلے ۱۸۵۹ء میں سید اکبر شاہ صاحب کی وفات پر شرعی حکومت ختم ہو گئی۔ ایک انگریز مصنف سر سربٹ ایڈورڈ لکھتا ہے۔

”اگر سوات کی شرعی حکومت اور مجاہدین قبائل کا سربراہ سید اکبر شاہ زندہ ہوتا تو، ۱۸۵۷ء

کی جنگ کا نقشہ کچھ اور ہوتا۔“ (تاریخ سوات ص ۸۰ تا ۸۲)

جنگ اہلبیلہ

ستخانہ حضرت سید احمد شہید اور ان کے مجاہدین کا اہم مرکز تھا اور سادات ستخانہ مجاہدین سے وابستہ تھے۔ انگریز، مجاہدین کے مرکز پنجتار، ستخانہ اور منگل تھالے کو تباہ و برباد کرنا چاہتے تھے جب سادات ستخانہ اور اتمان زئیوں میں اختلاف پیدا ہوا اور سادات کے سرکردہ سید عمر شاہ شہید ہوئے تو سادات نے ملکا کو اپنا مرکز بنالیا۔ یہ مقام ستخانہ سے ۵۰ میل کے فاصلے پر ہے۔ مجاہدین بھی ملکا کو محفوظ مقام سمجھ کر وہیں پہنچ گئے۔ مولانا عبد اللہ امیر المجاہدین تھے سید عمر شاہ کے بعد ان کے بھتیجے سید مبارک سادات ستخانہ کے قائد قرار پائے۔ اتمان زئیوں نے انگریزی حکومت کو حالات سے باخبر کر دیا۔ انگریزوں نے مجاہدین و سادات کے اس مرکز کو

حاشیہ بقیہ ص ۱۰۰ انتہا یکساں خوردہ واقع میں ہے:

سید اکبر شاہ کے اخلاق حمیدہ اور اوہانہ پندہ کا بیان کہاں تک کروں؟ جس نے ان کو دیکھا ہے اور ان کی صحبت اٹھائی ہے وہ ہی خواب واقف ہے کہ ایسا خوش خلق عذر رو کشادہ پیشانی، علیم الطبع، سلیم المزاج، سخی اور شجاع صاحب تدبیر، صاف دل، راست گفتار اور حضرت علیہ الرحمۃ کا مخلص بے ریا اور محب با وفا اور مستند صادق کوئی نہیں اس ولایت میں نہ تھا۔

سید صاحب کی شہادت اور بالا کوٹ کے معرکے کے بعد پھر ستخانہ مجاہدین کی پناہ گاہ اور سارے ہندوستان پر جہاد و دعوت کا صدر مقام تھا۔ اور یہی سادات ستخانہ ان عالی حوصلہ مجاہدین اور غریب الوطن مہاجرین کے اعوان و

انصار تھے۔ ”جو بک حذوہ، اء حذوہ اللہ علیہ الخ (حاشیہ ص ۱۶۵)

سید موصوف چھ بھائی تھے سید عظم، سید عمر، سید عمران، سید صغر، سید مدار یہ سب اور ان کی والدہ بھی حضرت امیر المؤمنین سید احمد شہید سے تعلق بیعت و ارادت رکھتے تھے۔ (سیرۃ احمد شہید ص ۱۶۶ مولفہ ولانا ابوالحسن علی ندوی)

تاخت قرار کرنے کا منصوبہ بنایا۔ ادھر سادات اور مجاہدین نے بھی مل کر مدافعت کا پورا پورا انتظام کیا اور جہاد کا اعلان عام کر دیا۔ (تذکرہ صوفیائے سرحد ص ۵۵۵ بحوالہ کتاب یوسف زئی ص ۷۲۵)

۱۲۸۰ھ ۱۸۶۳ء میں جب ضلع مردان کے جنوبی علاقوں میں انگریزی فوج نے نقل و حرکت شروع کی تو امیر المجاہدین مولانا عبداللہ صاحب نے ضلع مردان کے سرکردہ خوانین کو خطوط لکھ کر اس خطرے سے خبردار کیا۔ اسی سلسلے میں ایک خط حضرت اخوند صاحب سوات کی خدمت میں بھی بھیجا گیا۔ جس میں آپ کی بزرگانہ عظمت اور دینداری کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا کہ خدائے تعالیٰ نے آپ کو دنیا میں فضیلت اور برتری عطا کی ہے۔ فرنگی جنگ کے ارادے سے فوج کے ساتھ ہماری طرف آرہے ہیں۔ ان کا ارادہ مسلمانوں کو تباہ و برباد کرنے کا ہے۔ درہند، تربیلیہ اور امب میں ان کے لشکر موجود ہیں۔ بہت سے خوانین اور رؤساء فرنگیوں کے ساتھ اپنے اخلاص کا اظہار کر رہے ہیں۔ ان حالات میں مسلمانوں کی حالت وفاق نہ صرف آپ پر بلکہ تمام کلمہ گو یوں اور دین حق کے خیر خواہوں پر فرض ہے۔ آپ کو چاہئے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی خاطر شاہزادہ مبارک شاہ کی حمایت کریں۔ دین کی عزت کا پاس مومنوں کے لئے ہے۔ خدا کی بارگاہ سے اس نیکی کی جزا ملے گی۔ اگر مسلمان دین کی عزت کا پاس نہ کریں گے تو دشمنوں کے ہاتھ سے سخت تکلیفیں اٹھائیں گے۔ حضرت اخوند صاحب نے یہ مکتوب پڑھ کر فرمایا۔ اس وقت بے شک مذہبی جنگ درپیش ہے۔ شہزادہ مبارک شاہ مومنوں کا سردار ہے۔ امارت اس کی مسلم ہے اور سادات پہلے ہی سے سرداری کے منصب پر فائز چلے آتے ہیں۔ (سرگزشت مجاہدین ص ۳۲۵، ۳۲۶)

۱۸ اکتوبر ۱۸۶۳ء ۱۲۸۰ھ کو جنگ ابدیہ کا آغاز ہوا۔ جنرل جیمز لین انگریزی فوجوں کا سپہ سالار تھا۔ مجاہدین بڑی جان بازی، شجاعت اور بہادری کے ساتھ لڑے۔ مجاہدین اور انگریزی فوجوں میں دس بارہ معرکے بڑے زور کے ہوئے۔ حضرت اخوند صاحب کو اس جنگ کی اطلاع خط کے ذریعے پہلے ہی دی جا چکی تھی۔ انہوں نے اپنے علاقے میں جہاد کا اعلان عام کر دیا۔ اور اپنے معتقدین کو حکم دیا کہ ہر شخص ہتھیار اور کھانے پینے کا سامان لے کر فوراً میدان جنگ میں پہنچ جائے۔ اخوند صاحب نے سید و شریف سے روانہ ہو کر مینگورہ میں قیام کیا۔ اور وہاں نماز جمعہ کے بعد ایک خطبہ دیتے ہوئے جہاد کی اہمیت اور فضائل بیان کئے۔ اور اسی خطبے میں اعلان کیا کہ اگر انگریز اس علاقے پر قابض ہو گئے تو میں اس ملک کو چھوڑ کر ہجرت کر جاؤں گا۔ (تذکرہ صوفیائے سرحد ص ۵۵)

انگریزوں کو سب سے بڑھ کر اندیشہ یہ تھا کہ کہیں اخوند صاحب سوات مجاہدین کا ساتھ دینے کے لئے تیار

نہ ہو جائیں۔ لونیر و سوات یا دوسرے خطوں اور میدانی علاقے میں ان کا اثر رسوخ بہت زیادہ تھا۔ اخوند صاحب ہمہ گیر قبائلی ہیجان کو دیکھ کر خاموش نہ بیٹھ سکتے تھے۔ چنانچہ وہ بھی موقع پر پہنچ گئے۔ اور ان کی وجہ سے قبائلی جوش و خروش میں مزید تندی اور تیزی پیدا ہو گئی۔

(سرگزشت مجاہدین ص ۳۳)

مجاہدین اور انگریزی فوجوں کے درمیان تین معرکے ہو چکے تھے کہ حضرت اخوند صاحب نے ۲۶ اکتوبر ۱۸۶۳ء کو چار ہزار سپاہیوں سے فروش اور ایک سو بیس سواروں کے دستے کے ساتھ محاذ جنگ اہلیہ پہنچ کر وہاں کی مسجد میں قیام فرمایا۔ امیر المجاہدین مولانا عبداللہ صاحب اور شہزادہ مبارک شاہ صاحب نے آپ سے مسجد میں ملاقات کی۔ جماعت مجاہدین کے عقائد کے بارے میں انگریزوں اور ان کے بد نہاد حامیوں نے پورے علاقہ میں چونکہ بہت گمراہ کن پروپیگنڈہ کر رکھا تھا۔ اس لئے امیر المجاہدین مولانا عبداللہ صاحب سے ملاقات کرتے ہی نہایت دلفگاری سے عرض کیا۔ کہ سب سے پہلے آپ میرے عقائد سن لیجئے تاکہ میرے مذہب کی حقیقت آپ پر واضح ہو جائے۔ ان کے عقائد سن لینے کے بعد اخوند صاحب نے فرمایا کہ اب مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں میں آپ کو اپنا فرزند سمجھتا ہوں اور ہر وقت آپ کا خیر خواہ ہوں پھر محبت سے گلے لگا کر فرمایا کہ آج میرے اور آپ کے ناموس پر حملہ ہوا ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم مل کر انگریزوں سے لڑیں۔ (تذکرہ صوفیائے سرحد ص ۵۵)

انگریزوں نے مجاہدین کے عزم و استقلال کو دیکھا تو محسوس کر لیا کہ مجاہدین سے توپ و نشانہ سے مقابلہ نہیں ہو سکتا۔ لہذا انھوں نے مکاری، فریب اور پھوٹ ڈانے کے حربوں سے کام لینا شروع کیا۔ انہوں نے باجوڑ، دیر اور ٹنیر کے خوانین کو خرید لیا۔ ان کے قبائلیوں نے ہمت ہار دی اور واپس جانے لگے۔ اسی اثنا میں انگریز کمشنر نے ایک خط میں حضرت اخوند صاحب کو بھی لکھا کہ:

”آپ کیوں لوگوں کو ناحق قتل کر رہے ہیں، برطانیہ کی طاقت بہت بڑی ہے یہ لوگ ان کے نئے آلات حرب کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ آپ درویش ہیں۔ بہتر یہ ہے کہ آپ گوشہ نشینی اختیار فرمائیں۔ ہم تو صرف مجاہدین کو ملکا سے نکالنا چاہتے ہیں“

حضرت اخوند صاحب نے کمشنر کو جواب میں لکھا کہ:

”بے شک آپ قوی ہیں۔ لیکن آپ سے بھی زیادہ ایک قوی اور منصف ہستی موجود ہے جس نے اصحاب فیل کو بابلوں سے تباہ کرایا، نمرود کو مچھتر سے ہلاک کرایا۔ بلاشبہ میں فقیر ہوں۔ آپ کیوں بار بار فقیروں پر چڑھائی کرتے ہیں۔ یہ ظر نہ عمل آپ کی حکومت کی شان کے خلاف ہے“ (تذکرہ صوفیائے سرحد ص ۵۵)

۲۳ دسمبر ۸۰ء کو انگریزی فوج اور مجاہدین کے درمیان ایک خونریز معرکہ ہوا۔ لیکن باجوڑ، دیر اور پونیر کے خواتین کی بے وفائی سے اندر نیول کو تقویت حاصل ہو گئی۔ اور وہ شکست فاش سے بچ گئے۔ اسی جنگ میں بھٹا، ان کا پہلا بھاری نظر آ رہا تھا۔ انگریزوں نے کئی بار حضرت اخوند صاحب کو ہتھیار ڈالنے کے پیغام بھیجے لیکن آپ نے ہر بار انکار کیا اور فرمایا:

”ہم تو خدا کی راہ میں جہاد کرنے نکلے ہیں لہذا شہید ہو جائیں گے۔ ہمارے لئے شہادت سے زیادہ کوئی سعادت ہی نہیں ہے۔ ہم پاک گیری یا دنیاوی مفاد کے لئے نہیں لڑتے اپنے وطن کی حفاظت اور فطری حق آزادی کے تحفظ کے لئے لڑنا تو ہمارا فرض ہے خدا ہمارے ساتھ ہے“

اخوند صاحب ایک چٹان پر مورچہ بنائے ہوئے تھے۔ اسبیلہ کے محاذ پر ہندوستانی مجاہدین اور چند عقیدت مند صاحب سوات کے گرد حلقہ باندھے ہوئے بے سرو سامانی کے عالم میں لڑ رہے تھے۔ اس معرکہ میں جانباز مجاہدین انجام سے بے نیاز ہو کر پوری بے جگری اور مردانگی سے برٹش فوجوں کا مقابلہ کر رہے تھے۔ قبائلی چٹانوں نے بے سرو سامانی کے عالم میں گوریلا جنگ کے وہ جوہر دکھائے کہ انگریزوں کا فاسحانہ غرور خاک میں مل گیا۔ پہلے حملے میں برطانوی فوج جو تربیت یافتہ تھی اور ہر قسم کے جدید اسلحہ سے لیس تھی ایسی منہ کی کھانی پڑی کہ بقول ڈبلیو ڈبلیو منڈر ”آگے بڑھنا ناممکن تھا اور پیچھے ہٹنا شکست سے بدتر“

(تاریخ سوات، محمد آصف خان، ص ۳۸ تا ۳۹ ملخصاً)

مجاہدین اگرچہ دشمن کے مقابلے پر بہت تھوڑے تھے تاہم وہ سب سے پلائی ہوئی دیوار کی طرح استوار کھڑے تھے۔ انگریزی فوجیں نمودار ہوئی تو مجاہدین نے پہلے ایک باڈی ماری پھر ہر طرف سے توپیں اور بندوقیں آگ اگلنے لگیں۔ پورا میدان دھوئیں سے تیرہ و تار ہو گیا۔ مجاہدین نے تنواریں علم کیں اور دشمن پر ٹوٹ پڑے ان کی مثال وہی تھی جیسے پردہ شمع پر گرتے ہیں۔

بہر حال مجاہدین نے راہ حق میں اس طرح جانیں دیں کہ اخوند صاحب سوات کو قتل پر بیٹھے اس منظر کی تاب نہ لاسکے اور بے قراری سے ادھر ادھر دوڑنے لگے۔ ہر ایک سے کہتے کہ جاؤ ان بہادروں کی امداد کرو۔ اور کبھی ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے الہی بدہ فتح اسلام را۔ لیکن غرق خصم بد انجام را

مجاہدین سب کے سب شہادت سے سرفراز ہوئے۔ مجاہدین نے اپنے خون جیات سے اسبیلہ کے میدان میں

جو نقشِ مرتسم کیا وہ زمانے کی گردش سے ہمیشہ کے لئے محفوظ ہو گیا اور انشا اللہ تاقیامت محفوظ رہے گا۔

سرگزشت مجاہدین، غلام رسول مہر صد ۱۳۱ تا ۱۳۴

بحوالہ غزائے بونیر۔ از مولانا عبدالحق صد ۱۳۸ تا ۱۴۲

اس جنگ میں تین ہزار مجاہدین نے جامِ شہادت نوش کیا۔ ناقابلِ حیرت حال دیکھ کر ۲۷ دسمبر ۱۸۶۳ء کو انگریزوں نے مجبوراً صلح کی درخواست پیش کی۔ جسے اخوند صاحب نے مصلحت وقت کے تحت اس شرط پر قبول کر لیا کہ انگریزی فوج فوراً واپس چلی جائے۔ حضرت اخوند صاحب کے مجاہدانہ استقلال اور مہر و شہی کے مضبوط عزائم نے بالآخر انگریزی فوج کو سوات اور بونیر کی سرحدوں سے نامراد واپس چلا جانے پر مجبور کر دیا۔ امبیدہ کی اس لڑائی کے بعد انگریزوں کو پھر کبھی یہ بہت نہ ہوئی کہ سوات اور بونیر کی تسخیر کے لئے فوج کشی کریں۔

مؤلف تاریخ سوات لکھتے ہیں:

”اگرچہ انگریزی فوج نامراد واپس ہوئی لیکن بونیر والوں کی غداری کی وجہ سے صاحبِ سوات ان سے کچھ افسردہ خاطر گئے تھے۔ اور فرمایا کرتے تھے کہ ”اگر بونیر والے غداری نہ کرتے تو انگریزوں کا انجام کچھ اور ہوتا“ صد ۹

حضرت اخوند صاحب سوات کی حیات مبارک امام المجاہدین حضرت سید احمد شہید اور ان کی جماعت مجاہدین کے جذبہ جہاد اور فوقی عمل کی گہری چھاپ نظر آتی ہے۔

مؤلف تاریخ سوات نے صاحبِ سوات کی زندگی کے جو پانچ مقاصد بیان کئے ہیں ان سے اس کی تائید و تصدیق ہوتی ہے۔ وہ پانچ مقاصد حسب ذیل ہیں:

- ۱۔ تجدیدِ دین اسلام اور بچھانوں کی اخلاقی اصلاح۔
- ۲۔ جہل بدعات اور باطل رسومات کا انسداد۔
- ۳۔ سوات اور بونیر کے لئے حکومتِ الہیہ کا قیام۔
- ۴۔ سوات اور بونیر کو انگریزی سیلاب سے بچانا۔
- ۵۔ صوبہ سرحد کو انگریزی تسلط سے آزاد کرانا۔

اس میں شک نہیں کہ آپ زندگی کے مذکورہ اول چار مقاصد میں کامیاب بھی ہوئے مگر الذکر کی تکمیل کے لئے تیاریوں میں مصروف ہی تھے کہ دنیا سے کوچ کرنے کا وقت آگیا۔ اور اگر زندگی وفا کرتی تو آپ امیر شیر علی خاں (والی کابل) سے

مل کر انگریزوں کے ساتھ جہاد کرنے والے تھے۔ ۹۵

۱۔ محرم الحرام ۱۲۹۵ھ مطابق ۱۲ جنوری ۱۸۷۷ء کو چوراسی سال کے شب و روز گزار کر زبرد و شجاعت کا یہ آفتاب عالم تاب غروب ہو گیا۔ رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعۃ

آپ کے وصال کے بعد آپ کے خلفاء کرام بھی جذبہ جہاد سے سرشار رہے۔ انہوں نے انگریزوں کے خلاف علم جہاد بلند کئے رکھا۔ مولانا نجم الدین بڈے ملا (۱۳۱۹ھ ۱۹۰۱ء) اور مولانا عبدالوہاب صاحب پیرمانی شریعت (۱۳۲۲ھ ۱۹۰۴ء) اس سلسلے میں خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ حضرت بڈے ملا اپنے مرشد گرامی کے وصال کے بعد ۱۸۷۷ء سے ۱۹۰۱ء تک تقریباً پچیس سال تک ان تمام لڑائیوں میں شریک رہے جو انگریزوں اور قبائلی مسلمانوں کے درمیان ہوئیں۔ پیرمانی صاحب حضرت اخوند صاحب کے ہمراہ جنگ امبیلہ میں شریک تھے۔ حضرت بڈے ملا کے سلسلے میں حاجی فضل شاہ ترنگ زئی (م ۱۳۵۶ھ ۱۹۳۷ء) کا نام نامی بہت ممتاز ہے۔ حاجی صاحب ترنگ زئی نے بھی جہاد کی روایت کو قائم رکھا اور عمر بھر انگریزوں کے خلاف لڑتے رہے اور ایک مجاہد اسلام کی زندگی بسر کی۔

برصغیر کی مشہور تحریک ریشمی رد مال کے بھی آپ سرگرم کارکن اور مجاہد تھے۔ امیر تحریک حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب سے باقاعدہ آپ کا رابطہ اور راز و نیاز تھا۔ حاجی صاحب ترنگ زئی اور سنٹا کی ملا صاحب دونوں کا تعلق حضرت شیخ الہند کی تحریک کے ساتھ تھا۔

حضرت شیخ الہند کے زمانہ اسارت مالٹا میں تحریک ریشمی رد مال کے قائد و امیر قطب ربانی حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوری قدس سرہ (۱۳۳۷ھ ۱۹۱۹ء) کے مرشد اول حضرت شاہ عبدالرحیم سہارنپوری بھی حضرت اخوند صاحب سوات کے خلفاء عظام میں سے تھے۔

علاوہ انہیں اخوند صاحب سوات کے چند مشہور خلفاء ہیں۔

- ۱۔ حضرت کر بوغو ملا صاحب
- ۲۔ حضرت مولانا حمید اللہ صاحب اسوٹ
- ۳۔ حضرت اخوندزادہ فیض محمد معروف
- ۴۔ حضرت مولانا مسعود صاحب ساکن موضع نری او بہ
- ۵۔ حضرت قاضی سلطان محمود صاحب اعوان شریف۔ گجرات
- ۶۔ حضرت شیخ عبدالرحیم صاحب لادی دہلوی۔
- ۷۔ حضرت شاہ فضل اللہ آبادی۔ مدفون حیدر آباد دکن۔